

حضرت فاطمہ زہرا(سلام اللہ علیہا) کی شخصیت کے چند نمایاں نقوش

<?xml encoding="UTF-8?">

شہزادی کائنات(علیہا السلام) کے تذکروں کا دائرہ کائنات میں نور کی پہلی کرن پھوٹنے سے لیکر آپ کی فانوس حیات کی روشنی کے گل ہونے والے لمحہ کے درمیان موجود وسعتوں سے کہیں زیادہ ہے۔ آپ اس عظیم نہی کی ہیٹی ہیں جنہوں نے انسانیت کی فکروں کو ترقی سے سرفراز کر کے منزل معراج پر پہنچادیا نیز آپ ایسے مرد الہی کی زوجہ ہیں جو حق کا ایک اہم رکن اور تاریخ بشریت کے سب سے عظیم نبی(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وجود کا استمرار تھے۔

آپ کمال عقل، جمال روح، پاکیزہ صفات اور اصل کرم کی آخری منزلوں پر فائز تھیں آپ نے جس معاشرہ میں زندگی بسر کی اسے آپنی صوفشانیوں سے منور کردیا اور یہی نہیں بلکہ آپنے افکار و خیالات کے نتیجہ میں آپ اس سے کہیں آگے نظر اٹیں، آپ نے رسالت الہیہ کے بر پا کردہ انقلاب میں ایسا مقام و مرتبہ حاصل کرلیا اور اس کا اتنا اہم رکن(حصہ) بن گئیں کہ جس کو سمجھے بغیر تاریخ رسالت کو سمجھنا قطعاً ناممکن ہے۔ ایک عورت کے لئے جتنے فضائل و کمالات ضروری ہیں جیسے انسانیت، عفت، پاکدامنی، کرامت قداست و غیرہ کوشہزادی کائنات(س) نے آپنے کردار و عمل کی شکل میں بالکل مجسم کرکے پیش کردیا اس کے علاوہ آپ کی روشن وتابناک ذکاوت و ذہانت، منفرد زیرکی(فطانت) اور وسیع علم آپنی جگہ پر ہے اور آپ کے افتخار کے لئے یہی کافی ہے کہ آپ نے مدرسہ نبوت اور بیت رسالت میں تربیت پائی اور آپنے والد گرامی سے وہ سب کچھ حاصل کرلیا جو ان پررب العالمین کی جانب سے نازل کیا گیا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ آپنے والد گرامی کے گھر میں اس علمی دولت سے اراستہ ومزین ہوئیں جو مکہ کی کسی عورت کو نصیب نہ ہوسکی۔ آپ(سلام اللہ علیہا) نے حضرت محمد مصطفیٰ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور حضرت علی مرتضیٰ(علیہ السلام) کی شیریں زبانوں سے قرآن کی ایتیں سنیں اور اس کے احکام وفرائض اور سنتوں کو اس طرح ذہن نشین کرلیا کہ بڑے بڑے صاحبان شرف و منزلت بھی اس کی گرد راہ تک نہیں پھونچ سکے۔ آپ نے ایمان و یقین کے ساتھ نشو و نما پائی، وفا و اخلاص اور زہد کے ساتھ پروان چڑھیں اور چند سال کے اندر ہی یہ روشن ہوگیا کہ آپ وہ دختر شرف و منزلت ہیں جس کی نظیر جناب حواء کی ہیٹیوں میں کہیں نظر نہیں آسکتی۔

آپ نے ہر کمال میں آپنے بابا کے نقش قدم پر چلتے ہوئے زندگی کے مختلف مراحل طے کئے یہاں تک کہ آپ کے بارے میں ام المؤمنین عائشہ کو یہ کہنا پڑا: میں نے مخلوقات خدا میں کسی کو فاطمہ(سلام اللہ علیہا) سے زیادہ لب ولہجہ اور انداز گفتگو میں رسول اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے مشابہ نہیں دیکھا اور جب وہ آپنے والد کی خدمت میں جاتی تھیں تو وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر چومتے تھے بہترین انداز سے انہیں خوش امدید کہتے تھے اور آپنی جگہ بٹھاتے تھے اور جب انحضرت(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کے پاس جاتے تھے تو وہ بھی کھڑے ہوکر آپ کا استقبال کرتی تھیں اور ان کے ہاتھ پکڑکر ان کو بوسہ دیتی تھیں۔

یہیں سے ہمیں وہ راز بھی معلوم ہوجاتا ہے جس کی بنا پر حضرت عائشہ نے بالکل واضح الفاظ میں اعلان کیا کہ میں نے زمین کی تمام عورتوں میں جناب فاطمہ(سلام اللہ علیہا) سے زیادہ رسول خدا(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سب سے زیادہ چہیتی کسی کو نہیں پایا آپنے الفاظ میں انہوں نے اس کی یہ وجہ بیان کی

ہے: میں نے فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کے بابا کے علاوہ ان سے زیادہ زبان کا سچا کوئی نہیں دیکھا۔
اس طرح شہزادی (علیہا السلام) کائنات، عالم نسوانیت کی ایک ایسی مکمل اور مجسم علامت بن گئیں جس کے سامنے تمام مومنین کے سر نہایت خلوص کے ساتھ بالکل خم نظر آتے ہیں۔

۱- علم و معرفت

جناب فاطمہ زہرا (سلام اللہ علیہا) کے لئے وحی و نبوت کے گھر میں جن علوم و معارف کا انتظام موجود تھا آپ نے صرف ان ہی پر اکتفا نہیں کی اور علم و معرفت کے افتاب کی جو کرنیں آپ کے اوپر مسلسل پڑتی رہتی تھیں آپ نے انہیں کو کافی نہیں سمجھا بلکہ آپنی توانائیوں کے مطابق آپنے والد گرامی اور آپنے شوہر نامدار (جو علم نہی کے شہر کا دروازہ تھے) سے مسلسل علوم حاصل کرتی رہیں آپ اپنے دونوں بیٹوں یعنی امام حسن (علیہ السلام) اور امام حسین (علیہ السلام) کو پابندی سے بزم پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں بھیجا کرتی تھیں اور واپسی پر ان سے سب کچھ دریافت بھی فرماتی تھیں جس سے ایک طرف تو تعلیم سے آپ کی دلچسپی اور دوسری جانب آپنے بچوں کی اعلیٰ تربیت کا انداز معلوم ہوتا ہے نیز یہ کہ آپنے گھر کی تمام مصروفیتوں کے باوجود بھی آپ مسلمان عورتوں کو مسلسل تعلیم دیا کرتی تھیں۔

طلب و نشر علم کی راہ میں آپ کی جہد مسلسل نے آپ کو بزرگ ترین روایات حدیث اور سنت مطہرہ کی حاملات میں سر فہرست لا کھڑا کیا ہے۔ انہی کوششوں کے نتیجہ میں ایک ضخیم کتاب وجود میں آئی جس کی آپ بہت قدر کیا کرتی تھیں ”مصحف فاطمہ“ نام کی یہ کتاب آپ کی میراث کے طور پر آپ کے فرزندوں ائمہ معصومین علیہم السلام تک یکے بعد دیگرے منتقل ہوتی رہی ہے۔ جس کی تفصیل آپ حضرات آپ کی میراث کے باب میں ملاحظہ کریں گے۔

آپ کی بلندی فکر اور وسعت علم کا اندازہ آپ کے ان ہی دو خطبوں سے لگایا جاسکتا ہے جو آپ نے رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وفات کے بعد بالکل بر جستہ ارشاد فرمائے تھے جن میں سے ایک خطبہ تو مسجد نبوی میں بڑے بڑے صحابہ کے درمیان دیا تھا اور دوسرا خطبہ آپنے گھر میں ارشاد فرمایا تھا اور یہ دونوں ہی خطبے آج تک آپ کی فکر کی گہرائی، اصالت، نیز آپ کی ثقافتی وسعت نظر، منطقی قوت استدلال اور نااہل ہاتھوں میں امت کی باگ ڈور پھونچ جانے کے بعد رو نما ہونے والے واقعات کی پیشین گوئیوں کے بہترین شاہکار ہیں،

اسکے علاوہ بارگاہ خدا میں آپ کا بے مثال ادب، خدا اور حق کی راہ میں آپ کے جہاد کا آپنا الگ مقام ہے۔ بیشک شہزادی (سلام اللہ علیہا)، ان اہل بیت (علیہم السلام) کی ایک فرد تھی جنہوں نے تقوا ئے الہی کو آپنے گلے لگایا تو اللہ نے انہیں دولت علم سے مالا مال کر دیا (جسکی طرف قرآن میں واضح اشارہ موجو ہے) اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم سے آراستہ و پیراستہ فرمایا۔ (اور گویا آپ کی گھٹی میں علم الہی شامل تھا) لہذا آپ کو ”فاطمہ“ کہا جانے لگا اور چونکہ آپ کی کوئی مثل و نظیر نہیں ہے لہذا آپ کو ”بتول“ کہا گیا۔

۲- اخلاق کریمہ

جناب سیدہ کونین (سلام اللہ علیہا) نیک سیرت، پاک باطن، شریف النفس، جلیل القدر، زود فہم، خوش صفات، جری، نڈر، بہادر، غیرتمند خود پسندی سے بیزار اور غرور و تکبر سے دور تھیں۔ (۱)

آپ (سلام اللہ علیہا) حوصلہ مند، بے حد بردبار، صاحب وقار و سکون، مہربان، پختہ رائے کی مالک اور پاکدامن تھیں۔

آپنے والد نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وفات سے پہلے آپ کی زندگی پروقار، مقصد زیست سے سرشار اور خندہ روئی اور تبسم کے ساتھ بسر ہوئی۔ لیکن آپنے والد کی وفات کے بعد وہ تبسم نہ جانے کہاں غائب ہو گیا۔

آپ نے حق کے علاوہ کبھی زبان نہیں کھولی سچائی کے علاوہ کوئی گفتگو نہ کی، کسی کا غلط انداز سے کبھی تذکرہ نہ کیا، آپ غیبت، تہمت، چغلخوری، اشارہ و کنائے نیز کسی کی تضحیک سے کوسوں دور رہیں اسرار کی حفاظت، وعدہ وفائی، نصیحت کی تصدیق، معذرت قبول کرنا برائیوں سے چشم پوشی، گستاخیوں اور جسارتوں کو حلم و بردباری کے ساتھ نظر انداز کر دینا آپ کی عام عادت تھی۔

آپ برائیوں سے دور، خیر و خیرات کی طرف مائل، امانتدار، دل اور زبان کی سچی، عفت و پاکدامنی کی آخری چوٹی (بلندی) پر فائز، پاکدامن اور ایسی پاکیزہ نظر خاتون تھیں جس پر خواہشات نفسانی کا ذرہ برابر اثر نہ ہوتا تھا اور ایسا کیوں نہ ہو؟ آپ تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ان اہل بیت میں شامل ہیں جو خداوند عالم نے ہر برائی اور گندگی سے دور رکھا ہے۔

آپ کسی بھی نامحرم مرد سے بات کرتی نہیں تو آپ کے اور اس کے درمیان کوئی نہ کوئی پردہ ضرور حائل رہتا تھا، جو آپ کی عفت و پاکدامنی کی علامت ہے۔

بلکہ اس سلسلہ میں آپ کے احتیاط کا یہ عالم تھا کہ آپ کو یہ بات بھی بری محسوس ہوئی کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے جنازہ کی اسی طرح ایک چادر ڈال کر اس کی تشییع کی جائے جس طرح دوسری عورتوں کا جنازہ اٹھایا جاتا ہے۔

آپ بے حد زاہدہ اور قناعت پسند تھیں اور آپ کو یہ معلوم تھا کہ لالچ سے دل مردہ ہوتا ہے نیز کام بگڑ جاتے ہیں اسی لئے آپ اپنے والد گرامی کی اس حدیث پر شدت سے عمل پیرا تھیں ”**فاطمۃ اصبری علی مرارۃ الدنیا لتفوزی بنعیم الابد**“ اے فاطمہ دنیا کی تلخیوں پر صبر کرو تاکہ ابدی نعمتوں کی مالک بن جاؤ“ اس لئے آپ معمولی سے معمولی وسائل زندگی اور سادہ زیستی پر خوش و خرم، مشکلات زندگی پر صابر، تھوڑے سے حلال پر قانع نیز راضی و خشنود، دوسروں کے اموال سے بے پروا، نا حق چیز یا غیر خدا سے حاصل شدہ کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھنے کی پابند، مختصر یہ کہ آپ استغناء نفس کاراز ہیں، جیسا کہ آپ کے والد گرامی نے فرمایا ہے: ”**انما الغنی غنی النفس**“، مالدار (استغناء) صرف نفس کی مالدار ہے۔

آپ وہ سیدہ بتول ہیں جو دنیا سے کنارہ کش ہو کر، خدا سے بالکل نزدیک، کائنات کی رنگینوں سے متنفر اس کی بلاؤں سے اچھی طرح واقف صبر و تحمل کے ساتھ اپنا فریضہ کو ادا کرنے والی اور بے شمار مشکلات زندگی کے باوجود ہمیشہ اپنے پروردگار کے ذکر میں مصروف دکھائی دیتی ہیں۔ شہزادی دو عالم کو صرف آخرت کی فکر لاحق تھی اسی لئے آپ کو دنیاوی مسرتوں سے خوشی نہ ہوتی تھی، کیونکہ آپ نے اپنے بابا کو بھی ہمیشہ دنیا کی اسائش و آرام اور اس کی لذتوں سے کنارہ کش اور دور ہی دیکھا۔

آپ ہی سے دنیا والوں نے یہ سبق سیکھا ہے کہ بلاؤں پر صبر اور اسائشوں میں ذکر خدا کیسے ہوتا ہے اور قضاء و قدر الہی پر کس طرح راضی رہا جاتا ہے جیسا کہ آپ نے اپنے والد گرامی کی یہ حدیث نقل فرمائی ہے:

”**إِنَّ اللَّهَ إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا ابْتَلَاهُ فَإِنْ صَبَرَ اجْتَبَاهُ وَ إِنْ رَضِيَ اصْطَفَاهُ**“

خداوند عالم جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو اسے امتحان اور آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے چنانچہ اگر وہ

صبر کرلیتا ہے تو اسے چن لیتا ہے اور اگر وہ راضی رہتا ہے تو اسے ممتاز و منتخب قرار دیتا ہے۔

۳- سخاوت و ایثار

جود و سخا کے میدان میں آپ اپنے پدر بزرگوار کے نقش قدم پر گامزن رہیں اس لیے کہ آپ نے انحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے یہ سن رکھا تھا: ”السخی قریب من اللہ...“ سخاوت کرنے والا اللہ سے، لوگوں سے اور جنت سے قریب اور جہنم سے دور ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ خود بھی جواد ہے اور سخاوت کرنے والے سے محبت کرتا ہے۔“ اور ایثار تو حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا شعار تھا یہاں تک کہ آپ کی بعض ازواج نے کہا ہے: پوری زندگی کبھی بھی آپ نے لگاتار تین دن تک سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا بلکہ آپ ہمیشہ یہ فرمایا کرتے تھے: ”ولو شئنا لشبعنا ولكننا نوثر علی انفسنا“ ”اگر ہم چاہیں تو شکم سیر، رہ سکتے ہیں مگر ہم لوگ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں“

یہی وجہ ہے کہ شہزادی کائنات (سلام اللہ علیہا) اپنے والد کی پیروی میں ایثار و قربانی کے ہر مرحلہ میں اگے نظر آتی ہیں جسکا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے اپنی شادی کا جوڑا بھی سائل کو عطا فرمادیا تھا آپ کے عظیم جود و ایثار کے لئے وہی واقعہ کافی ہے جسے ہم سورہ دھر کی تفسیر کے ذیل میں ذکر کرچکے ہیں۔

جابر بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے: پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی جب تعقیبات سے فارغ ہو گئے تو محراب میہماری طرف رخ کرکے بیٹھ گئے لوگ آپ کو ہر طرف سے اپنے حلقہ میں لئے ہوئے تھے کہ اچانک ایک بوڑھا شخص آیا جو بالکل پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا جس سے بڑھا پے اور کمزوری

کی وجہ سے سنبھلا نہیں جا رہا تھا یہ منظر دیکھ کر رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کی خیریت پوچھی! تو اس نے کہا: اے نبی اللہ میں بہت بھوکا ہوں لہذا کچھ کھانے کو دیدیجئے میرے پاس کپڑے نہیں ہیں مجھے کپڑے دیدیجئے اور میں فقیر بھی ہوں۔

انحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میرے پاس تو فی الحال کوئی چیز نہیں ہے پھر بھی چونکہ خیر کی طرف راہنمائی کرنے والا خیرات کرنے والے کی طرح ہوتا ہے لہذا تم اس کے گھر چلے جاؤ جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتے ہیں وہ اپنے اوپر اللہ کو ترجیح دیتا ہے، جاؤ تم فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کے حجرہ کی طرف چلے جاؤ (ہی ہی کا گھر پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اس حجرے سے ملا ہوا تھا جو ازواج کے حجروں سے الگ انحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا مخصوص حجرہ تھا) اور فرمایا: اے بلال ذرا اٹھو اور اسے فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کے گھر تک پہنچادو۔

وہ دیہاتی جناب بلال کے ساتھ چلا گیا، جب وہ جناب فاطمہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دروازہ پر جا کر رکا تو اس نے بلند آواز سے کہا: نبوت کے گھرانے والو! فرشتوں کی رفت و آمد کے مرکز و مقام اور روح الامین جبرئیل کے نزول کی چوکھٹ والو تم پر پروردگار عالم کا سلام ہو! شہزادی کونین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جواب دیا تم پر بھی سلام ہو، تم کون ہو؟ اس نے کہا میں ایک بوڑھا اعرابی ہوں آپ کے پدر بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔

اے دختر پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں برہنہ تن اور بھوکا ہوں لہذا مجھ پر کچھ کرم فرمائے خدا آپ پر اپنی رحمت نازل کرے۔ اس وقت آپ کے یہاں یہ حال تھا کہ شہزادی کونین نے اور اسی طرح،

مولائے کائنات (علیہ السلام) (حتی حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)) نے تین دن سے کچھ نہ کھایا تھا حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بھی اس بات کا علم تھا جناب سیدہ (سلام اللہ علیہا) نے گوسفند کی ایک کھال اٹھائی جس پر امام حسن (علیہ السلام) اور امام حسین (علیہ السلام) سوتے تھے اور فرمایا کہ اے دق الباب کرنے والے اس کو لیجا امید ہے کہ خدا اس کے ذریعہ تم کو بھلائی دے گا۔ اعرابی نے کہا: اے دختر پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میں نے آپ (سلام اللہ علیہا) سے بھوک کا شکوہ کیا ہے لیکن آپ (سلام اللہ علیہا) مجھ کو یہ کھال دے رہی ہیں؟ میں اس بھوک میں اس کا کیا کروں؟ یہ سن کر آپ نے اپنی گردن سے وہ ہار اتار کر اس اعرابی کی طرف بڑھا دیا جو آپ کو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چچا حمزہ کی بیٹی فاطمہ (سلام اللہ علیہا) نے تحفہ میں دیا تھا۔ اور فرمایا: لیجا کر اس کو بیچ دینا امید ہے کہ خدا تم کو اس کے ذریعہ اس سے بہتر چیز عنایت فرمائے گا۔ اعرابی ہار لے کر مسجد میں آیا حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے اور کہا: اے رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! فاطمہ (علیہا السلام) نے یہ ہار مجھ کو دے کر کہا ہے اس کو بیچ دینا حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ سن کر روپڑے اور فرمایا کہ: اس کے ذریعہ اس سے بہتر چیز کیسے عنایت نہ فرمائے گا جبکہ تم کو یہ ہار بنی آدم کی تمام عورتوں کی سردار فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دیا ہے؟ اس وقت جناب عمار یاسر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا مجھے یہ ہار خریدنے کی اجازت ہے؟ آپ نے فرمایا عمار! اس کو خرید لو کیونکہ اگر جن وانس بھی مل کر اس کو خرید لیں تو ان میں سے کسی پر بھی خدا عذاب نہ فرمائے گا۔

جناب عمار نے عرض کی اے اعرابی یہ ہار کتنے میں بیچو گے؟ اس نے کہا کہ اس کی قیمت یہ ہے کہ مجھ کو پیٹ بھر روٹی اور گوشت مل جائے، ایک بر دیمانی مل جائے جسے اوڑھ کر میں نماز پڑھ سکوں اور اتنے دینار جن کے ذریعہ میں اپنے گھر واپس پہنچ جاؤں اسی دوران جناب عمار نے اپنا وہ تمام حصہ جو آپ کو حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خیبر کے مال غنیمت میں سے دیا تھا قیمت کے عنوان سے پیش کرتے ہوئے کہا کہ میں اس ہار کے بدلے تم کو بیس دینار، دوسو درہم، ایک بردیمانی، اپنی سواری جو تم کو تمہارے گھر تک پہنچا دے گی اور اتنی مقدار میں گیہوں کی روٹیاں اور گوشت بھی فراہم کر رہا ہوں جس سے تم بالکل سیر ہو جاؤ۔ اعرابی نے کہا اے بھائی تم کتنے سخی ہو! جناب عمار اس کو اپنے ساتھ لے گئے اور وعدے کے مطابق وہ ساری چیزیں اسے دیدیں اعرابی دوبارہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آیا تو حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس سے کہا: کیا تم سیر ہو گئے اور تم کو پوشاک مل گئی اس نے کہا میرے ماں باپ آپ (علیہا السلام) پر فدا ہوں! جی ہاں میں بے نیاز ہو گیا ہوں۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تو اب فاطمہ (علیہا السلام) کو ان کے ایثار کا بدلہ دو! تو اعرابی نے کہا: پروردگارا! تو معبود ہے ہم نے تجھ کو پیدا نہیں کیا ہے اور تیرے سوا ہمارا کوئی معبود نہیں ہے تو ہر حال میں ہمارا رازق ہے خدایا! فاطمہ (علیہا السلام) کو ایسی نعمت عطا فرما جیسی نعمت نہ کسی نے دیکھی ہو اور نہ سنی ہو۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے آمین کہا اور اصحاب کی طرف رخ کر کے کہا: خدا نے فاطمہ (علیہا السلام) کو دنیا میں یہ چیزیں دی ہیں: میں اس کا باپ ہوں اور تمام عالمین میں کوئی مجھ جیسا نہیں؛ علی (علیہ السلام) ان کے شوہر ہیں اگر علی (علیہ السلام) نہ ہوتے تو فاطمہ (علیہا السلام) کا کوئی ہمسر نہ ہوتا، ان کو حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) جیسے بیٹے عطا کئے جن کا مثل تمام عالمین میں نہیں یہ تمام فرزندان انبیاء (علیہم السلام) اہل بہشت کے سردار ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے جناب

مقداد و عمار یاسرو سلمان فارسی بیٹھے تھے ان سے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: مزید بتاؤں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میرے پاس جبرئیل آئے تھے انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ جب فاطمہ (علیہا السلام) سے قبر میں دو فرشتے پوچھیں گے: تمہارا پروردگار کون ہے؟ تو وہ جواب دیں گی اللہ میرا پروردگار ہے وہ سوال کریں گے: تمہارا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کون ہے؟ تو وہ یہ جواب دیں گی: میرے پدر بزرگوار۔ وہ سوال کریں گے: تمہارا ولی کون ہے؟ تو وہ یہ جواب دیں گی: یہ شخص جو میری قبر کے کنارے کھڑا ہے۔ کیا میں تم کو ان کی مزید فضیلت بتاؤں؟ یاد رکھو خدا نے ان پر فرشتوں کی ایک جماعت کو معین کیا ہے جو آگے پیچھے، دائیں بائیں ہر طرف سے ان کی حفاظت کرتی ہے یہ سب زندگی میں ان کے روبرو حاضر ہیں اور وہ ان کی وفات کے وقت بھی اور قبر میں بھی ان کے ساتھ رہیں گے۔ اور وہ جماعت ان کے والد، شوہر اور ان کی اولاد پر مسلسل درود بھیجتی رہتی ہے چنانچہ میری وفات کے بعد جو بھی میری زیارت کرے اس نے گویا میری زندگی میں میری زیارت کی ہے اور جس نے فاطمہ (علیہا السلام) کی زیارت کی اس نے گویا میری زیارت کی ہے جس نے علی (علیہ السلام) کی زیارت کی اس نے گویا فاطمہ (علیہا السلام) کی زیارت کی جس نے حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) کی زیارت کی اس نے گویا علی (علیہ السلام) کی زیارت کی اور جس نے ان کی ذریت کی زیارت کی اس نے گویا ان دونوں کی زیارت کی ہے۔

اس وقت جناب عمار یاسر نے ہار کو مشک سے معطر کیا اور اسے ایک برد یمانی میں لپیٹ دیا۔ آپ کا ایک غلام تھا جس کو آپ نے خیبر سے ملنے والے اپنے حصے سے خریدا تھا آپ نے اس سے فرمایا اس ہار کو لو اور سول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیدو اور تم بھی رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ملکیت ہو۔ غلام نے ہار لے کر رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیا اور جناب عمار کی بات دھرائی تو حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: فاطمہ (علیہا السلام) کے پاس جاؤ اور ان کو یہ ہار دیدو اور تم بھی انہیں کی ملکیت میں ہو غلام ہار لے کر جناب فاطمہ (علیہا السلام) کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ (سلام اللہ علیہا) کو حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی گفتگو سے باخبر کیا جناب فاطمہ (علیہا السلام) نے وہ ہار لے لیا اور اس غلام کو آزاد کر دیا غلام کو ہنستا دیکھ کر جناب فاطمہ (علیہا السلام) نے پوچھا تم کیوں ہنس رہے ہو؟ اس نے کہا مجھ کو اس ہار کی برکت عظمیٰ سے ہنسایا ہے جس کی برکت سے ایک بھوکا شکم سیر ہوا، ایک برہنہ تن نے لباس پایا، ایک نادار مالدار ہو گیا، ایک غلام آزاد ہو گیا اور پھر یہ ہار اپنے مالک کے پاس واپس آ گیا۔

4- ایمان اور اطاعت الہی

خدا پر ایمان، انسان کامل کی قیمت ہے اور خدا کی اطاعت کمال کی بلندیوں تک پہنچنے کا زینہ ہے۔ انبیاء (علیہم السلام) نے دار کرامت میں صدق کے مقامات حاصل کئے کیونکہ انہوں نے ایمان کے اعلیٰ ترین درجات پائے تھے اور نیکیوں اور اللہ سبحانہ کی عبادت میں خلوص کے حصول کے لئے دنیا میں جدوجہد کی تھی۔

قرآن کریم نے سورہ دھر میں شہزادی کونین (علیہا السلام) کے کمال اخلاص، خشیت الہی، خدا اور آخرت پر آپ کے اس ایمان کامل کی شہادت دی ہے جو ہر ایک کے لئے نمونہ ہے اسی طرح حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے آپ کے بارے میں یہ گواہی دی ہے:

<ان ابنتی فاطمة ملأ اللہ قلبها و جوارحها ایماناً الی مشاشها، ففرغت لطاعة اللہ>

”خدا نے میری بیٹی فاطمہ زہرا (سلام اللہ علیہا) کے دل اور اعضاء وجوارح کو ایمان سے پر کر دیا ہے جس کی وجہ سے انہوں نے اطاعت الہی کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا ہے“

ایک اور جگہ آپ (علیہا السلام) کی عبادت کے بارے میں فرماتے ہیں:

>اَنَّهَا مَتَى قَامَتْ فِي مَحْرَابِهَا بَيْنَ يَدَي رِبْهَا جَلَّالَهُ، زَهْرٌ نَوْرُهَا لِمَلَائِكَةِ السَّمَاءِ كَمَا يَزْهَرُ نَوْرُ الْكَوَاكِبِ لِأَهْلِ الْأَرْضِ“ و يقول الله عزو جل لملائكته: ”يا ملائكتي، انظروا الى اُمتي فاطمة، سيّدة امائي، قائمة بين يدي، ترتعد فرائصها من خيفتي، وقد اُقبلت بقلبها على عبادتي، أشهدكم اُني قد آمنت شيعتها من النار<

”فاطمہ زہرا(علیہا السلام) جب محراب عبادت میں اپنے پروردگار کے سامنے کھڑی ہوتی ہیں تو ان کا نور آسمان کے فرشتوں کو اسی طرح چمکتا ہوا دکھائی دیتا ہے جس طرح زمین والوں کے لئے ستارے چمکتے دکھائی دیتے ہیں“ اور خداوند عالم اپنے فرشتوں سے کہتا ہے: ”میرے فرشتو! میری کنیز اور میری کنیزوں کی ملکہ و سردار فاطمہ زہرا (سلام اللہ علیہا) کو دیکھو جو میری بار گاہ میں کھڑی ہے اور میرے خوف سے تھر تھر کانپ رہی ہے اور دل کی مکمل توجہ کے ساتھ میری عبادت میں مشغول ہے تم سب گواہ رہنا کہ میں نے اس کے شیعوں کو آتش دوزخ سے امان دیدی ہے“

>و قال الحسن بن علي: رأيت امي فاطمة(سلام اللہ علیہا) قامت في محرابها ليلة جمعتها، فلم تزل راکعة ساجدة حتى اتضح عمود الصبح، سمعتها تدعو للمؤمنين و المؤمنات و تسميهم و تكثر الدعاء لهم، و لاتدعو لنفسها بشيء، فقلت لها: يا اُمّاه، لم لا تدعين لنفسك كما تدعين لغيرك؟ فقالت: يا بني! الجار ثم الدار- <

”امام حسن(علیہ السلام) نے ایک بار شب جمعہ میں اپنی مادر گرامی کو محراب عبادت میں کھڑے ہوئے دیکھا آپ(سلام اللہ علیہا) مسلسل رکوع وسجود کرتی رہیں یہاں تک کہ سپیدی سحر نمودار ہوگئی میں نے سنا کہ آپ(سلام اللہ علیہا) مومنین و مومنات کے لئے ان کا نام لے لے کر بہت زیادہ دعائیں کر رہی تھیں لیکن اپنے لئے کوئی دعا نہیں فرمائی میں نے عرض کی مادر گرامی: جس طرح آپ(سلام اللہ علیہا) دوسروں کے لئے دعا کر رہی تھیں اسی طرح آپ نے اپنے لئے کیوں دعا نہیں کی؟ تو آپ(سلام اللہ علیہا) نے فرمایا بیٹے پہلے پڑوسی پھر گھر“

جمعہ کے دن کی آخری گھڑیوں کو آپ(سلام اللہ علیہا) نے صرف دعا کے لئے مخصوص کر رکھا تھا اسی طرح آپ(علیہم السلام) رمضان کی آخری دس راتوں میں بالکل نہیں سوتی تھیں اور گھر میں موجود تمام افراد کو عبادت و دعا کے لئے شب بیداری پر آمادہ کرتی تھیں۔ حسن بصری نے کہا ہے: اس امت میں فاطمہ(علیہم السلام) سے زیادہ عبادت گزار کوئی نہیں ہوا آپ(علیہا السلام) اس قدر عبادت کرتی تھیں کہ پیروں پر ورم آجاتا تھا۔

آپ(علیہا السلام) نماز میں خوف خدا سے کانپتی تھیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جناب سیدہ(سلام اللہ علیہا) اپنی پوری حیات طیبہ میں کبھی بھی محراب عبادت سے باہر ہی نہیں نکلیں کیونکہ آپ(سلام اللہ علیہا) اپنے گھر کے اندر اپنے شوہر کی فرمانبرداری اور اولاد کی تربیت کی بنا پر عبادت خدا میں مصروف رہتی تھیں اور اسی طرح دوسری عام خدمات انجام دے کے بھی خدا کی اطاعت و عبادت ہی کرتی تھیں۔ مزید یہ کہ آپ(سلام اللہ علیہا) فقرا کی امداد بھی اطاعت و عبادت خدا کے لئے ہی کرتی تھیں اور خود زحماتیں برداشت کر کے دوسروں کے ضروریات پورے کرتی تھیں۔

5-آپ(علیہا السلام) کا انداز محبت

جس طرح جناب سیدہ(علیہا السلام) نے اپنے پدر بزرگوار کا پیار پایا تھا اسی طرح آپ(علیہا السلام) بھی اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ بہت حسن سلوک سے پیش آتی تھیں ان سے بے لوث محبت فرماتی تھیں ہمیشہ ان کو اپنے اوپر مقدم رکھا، آپ اپنے پدر بزرگوار کے گھر کا انتظام بھی سنبھالتی تھیں اور ان کے آرام و سکون کا خیال رکھتی تھیں جس طرح کہ آپ (سلام اللہ علیہا) اپنے پدر گرامی(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خوشی کے تمام وسائل فراہم کرتی تھیں مثلاً آن حضرت کے نہانے کے لئے پانی بھرنا، آپ کے، کھانے کا انتظام کرنا، کپڑے دھونا آپ کا معمول تھا حتیٰ کہ آپ(علیہا السلام) دوسری خواتین کے ساتھ میدان جنگ میں کھانا اور پانی پہنچاتی تھیں۔ زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں اور ان کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

جنگ احد میں آپ(علیہا السلام) نے حضور اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زخموں کا اس طرح علاج کیا کہ جب دیکھا کہ خون بند نہیں ہو رہا ہے تو آپ(علیہا السلام) نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لے کر اسے جلایا اور جب وہ جل کر بالکل راکھ ہو گیا تو اس کو زخم پر چھڑک دیا جس سے خون بند ہو گیا۔ جب خندق کھودی جارہی تھی تو آپ(علیہا السلام) حضور اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لئے تھوڑی سی روٹی لے کر آئیں حضور اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پوچھا:

<فقال: ما هذه يا فاطمة؟ قالت: من قرص اختبزته لابني، جئتک منه بهذه الكسرة۔ فقال: يا بنیة، اُما اُتھا

لأول طعامٍ دخل فم اُبيک منذ ثلاثة اَیّام >

”فاطمہ زہرا (علیہا السلام) یہ کیا ہے؟ آپ (سلام اللہ علیہا) نے فرمایا یہ اس روٹی کا ایک حصہ ہے جو مینے اپنے دونوں بچوں کے لئے پکائی تھی اس میں سے آپ کے لئے اتنا حصہ بچا کر لائی ہوں اس وقت حضور اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بیٹی: تمہارا باپ تین دن کے بعد یہ پہلا کھانا کھا رہا ہے “ اس طرح جناب سیدہ(علیہا السلام) نے شفقت اور پیار و محبت کی ان کمیوں کو پورا کر دیا جو حضور اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لئے راہ خدا میں جہاد و دعوت کے سخت ترین لمحات میں اپنے والدین اور زوجہ مکرمہ جناب خدیجہ(علیہا السلام) کی وفات کے بعد پیدا ہو گئی تھیں۔ اسی سے ہم کو بار بار حضور اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زبان پر آنے والے اس فقرہ کا مطلب سمجھ میں آ جاتا ہے:

<فاطمۃ اُمّ اُبیہا > ” فاطمہ(علیہا السلام) اپنے باپ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ماں ہیں “۔

حضور اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ(علیہا السلام) کے ساتھ بالکل ماں جیسا برتاؤ کرتے تھے مثلاً آپ(علیہا السلام) کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے تھے، مدینہ و آپسی پر سب سے پہلے آپ(علیہا السلام) سے ملاقات کرنے جاتے تھے اسی طرح ہر سفر اور جنگوں پر روانہ ہوتے وقت سب سے آخر میں آپ(علیہا السلام) سے رخصت ہوتے تھے گویا آپ(علیہا السلام) اس صاف و شفاف سر چشمہ رحمت سے سفر کی برکتوں کا نوشہ حاصل کرتے تھے اسی طرح آپ(علیہا السلام) ان کے پاس بہت زیادہ رفت و آمد فرماتے تھے اور شہزادای کونین(علیہا السلام) آپ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اسی طرح پیش آتی تھیں جیسے ایک ماں اپنی اولاد کے ساتھ پیش آتی ہے یعنی آپ(علیہا السلام) حضور اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے رنج و مصیبت کو کم کرتی تھیں اور آپ کی خدمت اور فرمانبرداری میں کوئی کمی نہیں کرتی تھیں۔

6-آپ(علیہا السلام) کا مسلسل جہاد

جناب سیدہ(علیہا السلام) اس وقت پیدا ہوئیں جب اسلام اور جاہلیت کے درمیان بے حد سخت مقابلہ جاری تھا آپ (علیہا السلام) نے اس وقت آنکھیں کھولیں جب مسلمان بت پرستی سے بر سر پیکار تھے۔ قریش نے حضور اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور تمام بنی ہاشم کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ جس کی بنیاد پر حضور اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپنی مجاہد زوجہ اور دختر گرامی کے ساتھ شعب ابی طالب میں چلے گئے تھے قریش کا یہ محاصرہ تین سال جاری رہا، آپ(علیہا السلام) کو ہر طرح کی محرومی اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ(علیہا السلام) نے حق کے دفاع اور آپنے مقصد کے لئے قربانی پیش کرتے ہوئے راہ خدا میں جہاد جاری رکھا۔

محاصرہ کے یہ سال نہایت سختی اور پریشانی کے عالم میں گزرے اور بالآخر حضور اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہاں سے سرخ رو ہو کر نکلے۔

خدا نے اسی سال جناب خدیجہ(علیہا السلام) کو آپنی بارگاہ میں بلالیا نیز اسی سال آپ(علیہا السلام) کے چچا، اور آپ کی تبلیغ کے حامی یعنی ناصر اسلام جناب ابو طالب نے وفات پائی۔ آپنے سب سے زیادہ محبوب اور عزیز افراد کو کہونے کے بعد حضور اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شدید رنج و الم میں مبتلا ہو گئے اسی طرح جناب فاطمہ زہرا(علیہا السلام) جو ابھی شفقت مادری سے اچھی طرح سیرنہ ہو پائی تھیں کہ انہیں بھی آپنی والدہ کی جدائی کا غم برداشت کرنا پڑا اور اس طرح آپنی والدہ گرامی کو کہونے کے باوجود آپ(علیہا السلام) آپنے پدر بزرگوار کی مصیبت میں ان کی شریک ہو گئیں۔ حضور اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمیشہ یہ چاہتے تھے کہ آپ(علیہما السلام) کو اتنا پیار دیں کہ آپ(علیہا السلام) کا تمام تر غم دور ہو جائے۔

حضور اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حامی چچا ابو طالب کی وفات کے بعد قریش نے حضور اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہر طرح ستانا شروع کردیا جناب سیدہ کونین(علیہا السلام) آپنے والد کی آنکھوں سے ان قریش کے مظالم کا مشاہدہ کر تی رہتی تھیں جن کو حضور اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تاریکیوں سے نور کی طرف لانا چاہتے تھے۔

جبکہ حضور اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جناب سیدہ کونین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے رنج و الم کو ہلکا کرنا چاہتے تھے لہذا آپ ان کو یہ کہہ کر صبر دلایا کرتے تھے کہ:

<لا تبکی یا بنیۃ فان اللہ مانع اباک و ناصرہ علی اعداء دینہ و رسالتہ>

”ہیٹی گریہ مت کرو کیونکہ خدا تمہارے بابا کا محافظ ہے اور وہی دین و رسالت کے دشمنوں کے خلاف میری نصرت کرے گا“

اس طرح پیغمبر اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپنی ہیٹی کے اندر جہاد کی سب سے اعلیٰ روح پھونک رہے تھے اور ان کے قلب کو صبر کے ساتھ کامیابی کی امید سے مالا مال کر رہے تھے۔ مکہ کی گھٹن کی فضا سے آپنے پدر بزرگوار کی مدینہ کی طرف ہجرت کے بعد آپ(علیہا السلام) بھی ان علی(علیہ السلام) کے ہمراہ مدینہ کی طرف ہجرت کر گئیں کہ جنہوں نے قریش کے غرور کو چکنا چور کردیا اور آپ سب مقام قبا میں حضور اکرم(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے جاملے اس سفر میں پیدل چلتے چلتے آپ (علیہا السلام) کے پیروں پر ورم آگیا تھا۔ جب آپ(علیہا السلام) کے پدر بزرگوار مدینہ میں آپنی با برکت حکومت کو مضبوط کر چکے تو آپ(علیہا السلام) شادی کرنے کے بعد آپنے شوہر حضرت علی(علیہ السلام) کے گھر منتقل ہو گئیں اور ان کے جہاد میں ان کا ہاتھ

بٹایا، زندگی کی سختیوں اور راہ خدا میں جہاد کی مشکلات پر صبر کیا اس طرح آپ (سلام اللہ علیہا) ایک نئی مشترکہ زندگی کا اعلیٰ نمونہ پیش کر رہی تھیں۔

آپ نے حق کی نصرت اور وصیت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دفاع کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور آپ (علیہا السلام) نے صراط مستقیم سے لوگوں کے انحراف کے خلاف اپنے شوہر کی طرف داری کے لئے سخت ترین لمحات میں فریاد بلند کی تاکہ دنیا کو یہ بتادیں کہ علی (علیہ السلام) کی زندگی کا اندرونی محاذ مضبوط ہے اور اسے ہرگز کمزور خیال نہ کیا جائے۔ البتہ ہر قسم کی صورت حال سے نپٹنے کے لئے آپ (علیہا السلام) آخری فیصلہ اپنے قائد اور اپنے امام شوہر گرامی کے اوپر چھوڑ دیتی تھیں تاکہ وہ خود ہی حالات کے اعتبار سے مناسب قدم اٹھاسکیں۔

جناب سیدہ کونین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہفتہ کے دن صبح کے وقت احد میں شہدا کی قبروں کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتی تھیں ان کے لئے طلب رحمت اور دعائے استغفار کرتی تھیں۔ یہ لگن اور جاں فشانی اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ جناب سیدہ کونین (علیہا السلام) جہاد و شہادت کو کتنی اہمیت دیتی تھیں نیز آپ (علیہا السلام) کی اس عملی زندگی کی قدر و قیمت کا بھی پتہ چلتا ہے جو جہاد سے شروع ہوئی، اسی راستہ پر رواں دواں رہی اور آخر کار آپ (علیہا السلام) کے درجہ شہادت پر فائز ہونے کے بعد جہاد پر ہی تمام ہوئی۔